

ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNALAvailable Online: <https://assajournal.com>

Vol. 04 No. 02. October-December 2025. Page# 1378-1394

Print ISSN: [3006-2497](#) Online ISSN: [3006-2500](#)Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)

Islamic Teachings and Child Nurturing An Ethical and Jurisprudential Perspective on Corporal Punishment

اسلامی تعلیمات اور بچوں کی تربیت جسمانی سزا کے تصور کا اخلاقی و فقہی جائزہ

Dr. Muhammad Fakhar ud Din

Lecturer, Department of Islamic Studies and Research. UST, Bannu

fakhar.08@gmail.com

Junaid Ullah Khan

Phd Scholar, Department of Islamic Studies and Research. UST, Bannu

jk80354@gmail.com

Abstract

This paper discusses the Islam view on child education and how corporal punishment fits in the modern Muslim societies, based on the teachings of the Quran, the traditions of Prophet Mohammed and the schools of fiqh. It starts by describing the basic tenets of raising children within the Islamic faith, and the emphasis on instilling morals, character, and religion through the stages of the process that should be done by both parents and teachers. The notion of corporal punishment is analysed in linguistic, historical and comparative terms in both Islamic and non-Islamic societies, indicating that it was common in the previous education systems. In Quran practices, gentleness, compassion and prudence are emphasized, and it encourages counseling and gradual change instead of punishment as seen in other surahs such as Al-Imran and Luqman. The relationship of the Prophet Muhammad (PBUH) with children emphasizes mercy and respect, as well as the absence of physical harm as the main principle of promoting love. The views of the Hanafi, Malik, Shafi and Hanbali schools on fiqh allow some disciplinary punishment with severe restrictions to harm others to align with ethical balances of justice and mercy. The article criticizes the psychological effects of corporal punishment using lens of modern psychology and human rights including the UN Convention on the Rights of the Child (CRC) which prohibits the punishment in totality. Corporal punishment is still practiced in madrasas and households within the contemporary Muslim society because of cultural pressures, although it is banned by state law to a differing extent in practice. The differences between punitive and reformatory type of punishment are explained through such concepts as la darar wa la dirar (no harm, no reciprocal harm). The alternatives that are positive are dialogue, rewards and ethical-spiritual approaches such as Quranic recitation and prophetic stories. The conclusion summarizes the findings, and it suggests that corporal punishment should not be practiced but humanitarian approaches should be used to bring up healthy and loyal citizens in the current societies. This will be a way of balancing Islamic morals with international norms, and protecting the welfare of children and harmony in the society.

Keywords

Islam child education, corporal punishment, Quranic reform, Prophetic mercy, fiqh schools, human rights, positive discipline, Muslim societies, ethical balance, spiritual training.

1- مقدمہ

اسلام میں بچوں کی تربیت کو انسانی زندگی کا ایک نہایت اہم اور بنیادی پہلو قرار دیا گیا ہے، کیونکہ بچے کسی بھی قوم کا مستقبل اور اس کے اخلاقی و فکری نظام کے امین ہوتے ہیں۔ اسلام نے تربیتِ اطفال کو محض علم و ہنر سکھانے تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے ایک جامع اخلاقی، روحانی اور عملی عمل قرار دیا ہے جس کا مقصد ایسے صالح اور متوازن افراد کی تشکیل ہے جو نہ صرف اپنے خالق کے حقوق پہچانیں بلکہ مخلوق کے حقوق کی ادائیگی میں بھی پیش پیش رہیں۔ بچوں کی تربیت میں نظم و ضبط پیدا کرنے کے لیے بعض معاشروں میں جسمانی سزا کو ایک موثر ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے، تاہم اسلامی تعلیمات میں اس پہلو پر خاص احتیاط، توازن اور اخلاقی اصولوں کی تاکید کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بچوں کے ساتھ شفقت، محبت اور نرمی کو بطور بنیادی اصول اپنایا اور تربیت کے ہر مرحلے میں حکمت و بصیرت کو مقدم رکھا۔ اس کے برعکس بعض معاشرتی رویے اور تعلیمی نظام جسمانی سزا کو اصلاح کا ذریعہ سمجھ کر اسے معمول کا حصہ بناتے ہیں، جس سے بچوں کی نفسیات، خود اعتمادی اور سیکھنے کی صلاحیت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ اس تحقیق کا موضوع اسی بنیادی سوال کے گرد گھومتا ہے کہ کیا جسمانی سزا اسلام کی اخلاقی و فقہی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے یا یہ ایک سماجی عادت ہے جسے دینی تعلیم کے لبادے میں پیش کیا جاتا ہے؟

موجودہ دور میں جسمانی سزا کے مسئلے نے نہ صرف تعلیمی اداروں بلکہ والدین، علماء اور قانون ساز اداروں کے درمیان ایک اہم بحث کی شکل اختیار کر لی ہے۔ جدید نفسیاتی تحقیقات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ بچوں پر جسمانی تشدد ان کی شخصیت کی تعمیر کے بجائے بگاڑ کا سبب بنتا ہے، جبکہ اسلامی تعلیمات انسان کی عزت نفس، احترام انسانیت، اور عدل و رحمت کے اصولوں پر قائم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جسمانی سزا کا جواز تلاش کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اسلام میں تربیت کا اصل ہدف کیا ہے اور سزا کا مقام اس میں کہاں ہے۔ عصر حاضر کے مسلمان معاشروں میں تعلیمی و سماجی نظام اب بھی اس قدیم تصور کے زیر اثر ہیں جس میں جسمانی سزا کو نظم و ضبط قائم رکھنے کا لازمی ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ نتیجتاً بچوں میں خوف، احساس کمتری، اور بغاوت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اس پس منظر میں اس موضوع کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، کیونکہ یہ محض ایک فقہی مسئلہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی و سماجی سوال بھی ہے۔ اسلام کی اصل روح رحمت، نرمی، اور حکمت پر مبنی تربیت کی داعی ہے، اس لیے اس مطالعے کا مقصد یہ جاننا ہے کہ کیا اسلامی اصول جسمانی سزا کی اجازت دیتے ہیں یا وہ اسے انسانی وقار اور اخلاقی تربیت کے منافی سمجھتے ہیں۔

1-3 تحقیق کے مقاصد اور بنیادی سوالات

اس تحقیق کا بنیادی مقصد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بچوں کی تربیت میں جسمانی سزا کے جواز یا عدم جواز کا اخلاقی و فقہی جائزہ پیش کیا ہے۔ تحقیق اس پہلو کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام میں تربیت کا اصل منہاج کیا ہے، اور کیا جسمانی سزا کو اس منہاج کا حصہ سمجھا جاسکتا ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ تحقیق کا مقصد یہ بھی ہے کہ اسلامی اخلاقیات کے بنیادی اصول، مثلاً عدل، رحمت، شفقت، اور احترام انسان، کس طرح تربیتی طریقوں کی بنیاد بنتے ہیں۔ فقہی اعتبار سے یہ دیکھا ہے کہ مختلف مکاتب فکر نے جسمانی سزا کو کس حد تک قابل قبول یا ناقابل قبول سمجھا ہے، اور ان کے دلائل کی بنیاد کیا ہے۔ تحقیق کے بنیادی سوالات یہ ہیں: کیا جسمانی سزا اصلاح کا موثر ذریعہ ہے یا ظلم و زیادتی کا ایک مظہر؟ کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے یا متبادل تربیتی اصول تجویز کرتا ہے؟ اور کیا عصر حاضر میں اس تصور کی کوئی دینی حیثیت باقی رہتی ہے؟ ان سوالات کا مطالعہ اس لیے ضروری ہے تاکہ ایک ایسا متوازن نظریہ سامنے لایا جاسکے جو نہ صرف دینی بنیادوں پر قائم ہو بلکہ جدید تعلیمی و اخلاقی اقدار سے بھی ہم آہنگ ہو۔ اس طرح یہ تحقیق نے بچوں کی تربیت کے حوالے سے ایک ایسا علمی و عملی فریم فراہم کیا ہے جو اسلامی معاشروں کے لیے راہ عمل بن سکے۔

2- بچوں کی تربیت کا اسلامی تصور

بچوں کی تربیت کا اسلامی تصور قرآن مجید اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ایک جامع اور مقدس فریضہ ہے جو انسانی زندگی کی بنیادوں کو مضبوط بناتا ہے۔ اسلام میں تربیت اطفال کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسالت اور آخرت کی تیاری پر رکھی گئی ہے، جہاں والدین کو بچوں کی روحانی، جسمانی اور اخلاقی نشوونما کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ قرآن مجید میں سورہ لقمان میں حضرت لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں تربیت کی بنیاد کی بہترین مثال ہیں، جہاں توحید کی تعلیم، شرک سے اجتناب اور نماز کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ یہ آیات بتاتی ہیں کہ تربیت کی ابتدا اللہ کی عبادت اور والدین کی اطاعت سے ہوتی ہے، جو بچے کو دنیاوی اور اخروی کامیابی کی طرف لے جاتی ہے۔ سنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، لیکن والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تربیت کی بنیاد فطری پاکیزگی کو برقرار رکھنا ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ بچوں کی تربیت میں ابتدائی برسوں میں اسلامی عقائد کی تلقین ضروری ہے تاکہ وہ شیطانی اثرات سے محفوظ رہیں۔ مزید برآں، اسلام میں تربیت کو ایک مسلسل عمل قرار دیا گیا ہے جو پیدائش سے لے کر بلوغت تک جاری رہتا ہے، اور اس کی بنیاد قرآن کی آیات جیسے سورہ نساء کی آیت 36 میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ والدین کے ساتھ احسان کرو اور یتیموں کی دیکھ بھال کرو۔ یہ بنیاد نہ صرف خاندانی سطح پر بلکہ معاشرتی سطح پر بھی استوار ہے، جہاں اساتذہ

اور معاشرہ بھی اس عمل میں شریک ہوتے ہیں۔ تربیت کی یہ بنیاد بچوں کو اللہ کی بندگی اور رسول کی اتباع کی طرف راغب کرتی ہے، جو ان کی شخصیت کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ، سنت میں متعدد احادیث ہیں جو بچوں کی تربیت کی اہمیت بیان کرتی ہیں، جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کی تعلیم دو اور دس سال میں اس پر سختی کرو۔ یہ بنیاد تربیت کو منظم اور مرحلہ وار بناتی ہے، جو اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے¹۔ مزید تفصیل سے، تربیت کی بنیاد میں اخلاقی اقدار کی تلقین شامل ہے جو قرآن کی سورہ بقرہ کی آیت 177 میں بیان کی گئی ہیں، جہاں ایمان، نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ قیموں اور مسکینوں کی مدد کو تربیت کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ سنت میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ نرمی اور محبت کا معاملہ کرتے تھے، جو تربیت کی بنیاد کو مزید مضبوط بناتی ہے۔ یہ بنیاد نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی فلاح کی ضمانت ہے، جو اسلامی امت کی تعمیر میں مدد دیتی ہے²۔ اس طرح، قرآن و سنت میں تربیت اطفال کی بنیاد اللہ کی رضا اور انسانی کمال پر مبنی ہے، جو والدین کو ایک مقدس امانت دار بناتی ہے۔ یہ بنیاد بچوں کو دنیا کی آزمائشوں سے بچاتی ہے اور آخرت کی تیاری کرتی ہے، جو اسلام کا بنیادی پیغام ہے۔ تربیت کی یہ بنیاد معاصر دور میں بھی انتہائی اہم ہے جہاں مغربی اثرات بچوں کی فطرت کو مسح کر رہے ہیں، لیکن اسلامی تعلیمات اسے برقرار رکھنے کا ذریعہ ہیں۔

تربیت کا مقصد اخلاق، کردار اور ایمان کی تعمیر ہے، جو اسلام میں بچوں کی نشوونما کا مرکزی ہدف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو احسن تقویم پر پیدا کیا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تربیت کا مقصد اس احسن حالت کو برقرار رکھنا اور اسے مزید نکھارنا ہے۔ اخلاق کی تعمیر میں صداقت، امانت داری اور عفو کی صفات شامل ہیں، جو بچے کی شخصیت کو اللہ کی پسندیدہ بناتی ہیں۔ سنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکمل اخلاق کی تشکیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں، جو تربیت کے مقصد کو واضح کرتا ہے کہ بچوں کو ایسے اخلاق سے آراستہ کیا جائے جو معاشرے کی اصلاح کا سبب بنے۔ کردار کی تشکیل میں استقامت، صبر اور عدل کی تعلیم دی جاتی ہے، جو سورہ آل عمران کی آیت 159 میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے طور پر بیان کی گئی ہیں۔ ایمان کی بنیاد توحید، رسالت اور آخرت پر رکھی جاتی ہے، جو تربیت کا بنیادی مقصد ہے تاکہ بچہ اللہ کا فرمانبردار بندہ بنے۔ یہ مقصد نہ صرف دنیوی کامیابی بلکہ اخروی نجات کا ضامن ہے۔ مزید برآں، تربیت کا مقصد بچوں کو معاشرتی ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا ہے، جیسے کہ خاندان کی حفاظت اور امت کی خدمت³۔ اخلاق کی تعمیر میں غصہ پر قابو اور نرم کلامی کی ترغیب ہے، جو احادیث میں بیان کی گئی ہے کہ جو شخص غصہ پی جائے وہ جنت میں داخل ہو گا۔ کردار کی مضبوطی سے بچہ مشکلات کا سامنا کر سکتا ہے، اور ایمان کی پختگی سے وہ شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ مقصد اسلام کی جامع تعلیمات سے اخذ کیا گیا ہے جو بچے کو ایک مکمل مسلمان بناتا ہے۔ تربیت کا یہ مقصد والدین کو یاد دلاتا ہے کہ بچے اللہ کی امانت ہیں، اور ان کی تربیت میں کو تاہی آخرت میں جواب دہی کا سبب بنے گی⁴۔ اس طرح، اخلاق، کردار اور ایمان تربیت کے مقاصد ہیں جو بچے کو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب بناتے ہیں۔ یہ مقصد نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اہم ہے، جو اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھتا ہے۔ تربیت کا یہ پہلو معاصر مسائل جیسے اخلاقی انحطاط کا حل پیش کرتا ہے، جہاں اسلامی تعلیمات بچوں کو مضبوط بناتی ہیں۔

تربیت کے مراحل اور والدین و اساتذہ کا کردار اسلام میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، جو پیدائش سے لے کر بلوغت تک کے ادوار پر مشتمل ہے۔ پہلا مرحلہ پیدائش سے سات سال تک ہے، جہاں کھیل اور محبت کے ذریعے بنیادی تعلیم دی جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچوں کو سات سال تک کھیلنے دو، جو اس مرحلے کی اہمیت بیان کرتا ہے۔ دوسرا مرحلہ سات سے چودہ سال ہے، جہاں نماز، روزہ اور دیگر عبادات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تیسرا مرحلہ بلوغت کے بعد ہے، جہاں ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں۔ والدین کا کردار مرکزی ہے، جو قرآن میں سورہ تحریم کی آیت 6 میں بیان کیا گیا ہے کہ اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔ والدین بچوں کے لیے نمونہ عمل ہوتے ہیں، جو محبت، نرمی اور سختی کا توازن رکھتے ہیں۔ اساتذہ کا کردار تعلیمی ہے، جو علم اور اخلاق کی تلقین کرتے ہیں، جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اساتذہ کے طور پر تھے⁵۔ مراحل میں تسلسل برقرار رکھنا ضروری ہے تاکہ بچہ قدم بہ قدم ترقی کرے۔ والدین کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بچوں کی جسمانی صحت، تعلیم اور روحانی نشوونما پر توجہ دیں، جبکہ اساتذہ علم کی روشنی پھیلاتے

¹ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 3، صفحہ 456، دار طیبہ للنشر والتوزیع، قاہرہ، مصر، 1999

² البخاری، صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 123، دار السلام، ریاض، سعودی عرب، 1997

³ الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، جلد 4، صفحہ 278، مکتبۃ الشاملہ، بیروت، لبنان، 2001

⁴ مسلم، صحیح مسلم، جلد 2، صفحہ 345، دار الفکر، دمشق، شام، 1985

⁵ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، جلد 5، صفحہ 67، دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ، مصر، 1954

ہیں۔ یہ کردار معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتا ہے⁶۔ اس طرح، تربیت کے مراحل اور کردار بچوں کو ایک مکمل شخصیت بناتے ہیں، جو اسلامی معاشرے کی خدمت کرتے ہیں۔ یہ نظام معاصر تعلیمی مسائل کا حل ہے، جہاں والدین اور اساتذہ کا تعاون ضروری ہے۔

3- جسمانی سزا کا مفہوم اور تاریخی پس منظر

جسمانی سزا کا مفہوم تاریخی اعتبار سے انسانی معاشروں میں انضباط اور اصلاح کی ایک قدیم شکل ہے، جو جسم کو درد پہنچانے کے ذریعے سزا دینے پر مبنی ہے۔ لغوی طور پر، "جسمانی" کا مطلب عربی میں "بدنی" ہے، جو جسم سے متعلق ہے، اور "سزا" کا مطلب "مقبوبہ" ہے، جو کسی جرم کے بدلے دی جانے والی تکلیف ہے۔ اس طرح، جسمانی سزا کی لغوی تعریف جسم کو تکلیف پہنچانے والی مقبوت ہے، جیسے مارنا، کوڑے لگانا یا اعضاء کاٹنا۔ اصطلاحی طور پر، یہ ایک ایسی سزا ہے جو مجرم کو جسمانی درد دے کر معاشرتی قوانین کی پاسداری کو یقینی بناتی ہے، اور یہ مختلف قانونی نظاموں میں مختلف شکلوں میں موجود رہی ہے۔ اسلام میں یہ حدود، قصاص اور تعزیر کی صورت میں ہے، جہاں حدود اللہ کے حقوق سے متعلق جرائم پر فلسفہ سزائیں ہیں۔ غیر اسلامی معاشروں میں یہ رومن قانون میں crucifixion یا whipping کی شکل میں تھی۔ تاریخی پس منظر میں، جسمانی سزا کا استعمال قدیم تہذیبوں میں سماجی کنٹرول کے لیے تھا، جیسے مصری اور بابلی قوانین میں۔ یہ سزا نہ صرف اصلاح بلکہ deterrence کا ذریعہ تھی، جو مجرم کو سبق سکھاتی اور دوسروں کو ڈراتی۔ جدید دور میں اس کی تعریف تبدیل ہوئی ہے، جہاں یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی سمجھی جاتی ہے۔ لغوی تعریف میں عربی لسانیات میں "عذاب بدنی" کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے، جو جسم کو اذیت دینے پر دلالت کرتی ہے۔ اصطلاحی طور پر، یہ قانونی فریم ورک میں ایک punitive measure ہے جو physical harm پر مبنی ہے⁷۔ مزید، جسمانی سزا کی تعریف میں شدت کی ڈگری شامل ہے، جیسے ہلکی مار سے لے کر شدید تشدد تک۔ تاریخی کتابوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ سزا سماجی نظم کی حفاظت کے لیے تھی⁸۔ اس تعریف کا ارتقاء وقت کے ساتھ ہوا، جہاں قدیم میں یہ عام تھی مگر اب محدود۔ یہ مفہوم نہ صرف قانونی بلکہ نفسیاتی اثرات بھی رکھتا ہے، جو مجرم کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جسمانی سزا کا تاریخی پس منظر انسانی تہذیب کی ابتداء سے جڑا ہے، جہاں یہ revenge اور justice کا ذریعہ تھی۔ لغوی اور اصطلاحی تعریف میں فرق ہے، جہاں لغوی سطح پر یہ سادہ در د ہے، مگر اصطلاحی طور پر منظم سزا۔ یہ تصور مختلف ثقافتوں میں مختلف ہے، مگر بنیادی طور پر physical penalty ہے۔

اسلامی اور غیر اسلامی معاشروں میں سزا کا تصور بنیادی طور پر انصاف، اصلاح اور deterrence پر مبنی ہے، مگر ان کے طریقے اور فلسفے مختلف ہیں۔ اسلامی معاشروں میں سزا اللہ کے احکامات پر مبنی ہے، جیسے قرآن اور سنت میں بیان کردہ حدود جیسے زنا پر سنگسار، چوری پر ہاتھ کاٹنا۔ یہ سزائیں اللہ کے حقوق (حقوق اللہ) اور انسانی حقوق (حقوق العباد) کی حفاظت کرتی ہیں، اور ان کا مقصد معاشرے کو پاکیزہ رکھنا ہے۔ غیر اسلامی معاشروں میں، جیسے قدیم یونان اور روم میں، سزا سماجی کنٹرول کا ذریعہ تھی، جہاں public flogging یا gladiatorial combats عام تھیں۔ جدید غیر اسلامی معاشروں میں، جیسے یورپی قوانین میں، سزا rehabilitation پر زور دیتی ہے، نہ کہ صرف جسمانی درد پر۔ اسلامی تصور میں تعزیرات کی صوابدید پر ہے، جو ہلکی جسمانی سزا ہو سکتی ہے۔ غیر اسلامی میں، medieval Europe میں torture اور execution عام تھیں۔ تاریخی طور پر، اسلامی معاشروں میں سزا کی سختی جرائم کی نوعیت پر منحصر تھی، جیسے بغاوت پر crucifixion - غیر اسلامی میں، Native American tribes میں بھی جسمانی سزائیں تھیں مگر کم شدید۔ یہ تصور معاشرتی اقدار کی عکاسی کرتا ہے، جہاں اسلام میں یہ الہی حکم ہے⁹۔ مزید، غیر اسلامی معاشروں میں سزا کا ارتقاء Enlightenment کے بعد ہوا، جہاں جسمانی سزا سے mental rehabilitation کی طرف۔ اسلامی میں یہ اب بھی شریعت پر مبنی ہے¹⁰۔ اس تصور کا موازنہ دکھاتا ہے کہ

⁶ الترمدی، جامع الترمذی، جلد 3، صفحہ 189، مکتبۃ المعارف، مکہ، سعودی عرب، 1975

⁷ Yahaya Yunusa Bambale, Crimes and Punishments Under Islamic Law, page 45, Malthouse Press, Lagos, Nigeria, 2003

⁸ Rudolph Peters, Crime and Punishment in Islamic Law, page 12, Cambridge University Press, Cambridge, UK, 2006

⁹ Mohamed S. M. Eltayeb, A Human Rights Approach to Combating Religious Persecution: Cases from Pakistan, Saudi Arabia and Sudan, page 100, Intersentia, Antwerp, Belgium, 2001

¹⁰ Elizabeth T. Gershoff and Sarah A. Font, Corporal Punishment in U.S. Public Schools: Prevalence, Disparities in Use, and Status in State and Federal Policy, page 5, Society for Research in Child Development, Washington, DC, USA, 2016

اسلامی سزا deterrent ہے، جبکہ غیر اسلامی میں restorative justice - تاریخی پس منظر میں، دونوں میں جسمانی عنصر تھا مگر مقاصد مختلف۔ یہ تصور معاصر دور میں انسانی حقوق سے ٹکراتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں سزا کی اہمیت امت کی حفاظت ہے، جبکہ غیر اسلامی میں individual rights - ماضی کے تعلیمی و سماجی نظام میں جسمانی سزا کا رواج بہت عام تھا، جو انضباط کی بنیاد تھی۔ تعلیمی نظام میں، جیسے Victorian England میں، سکولوں میں strap cane سے مارنا معمول تھا، جو بچوں کو سبق سکھاتا۔ سماجی نظام میں، Ottoman Empire میں public whipping جرائم کے لیے تھی۔ تاریخی طور پر، یہ رواج قدیم روم سے شروع ہوا، جہاں غلاموں اور بچوں پر جسمانی سزا عام تھی۔ تعلیمی سطح پر، medieval monasteries میں monks بچوں کو مارتے تھے تاکہ discipline برقرار رہے۔ سماجی طور پر، colonial America میں stocks اور pillory استعمال ہوتے تھے۔ یہ رواج معاشرتی اقدار کی عکاسی کرتا تھا، جہاں authority کی اطاعت ضروری تھی۔ ماضی میں، یہ سزا نہ صرف اصلاح بلکہ shame کا ذریعہ تھی۔ جدید دور سے پہلے، تقریباً تمام معاشرہ میں یہ موجود تھی¹¹۔ مزید، تعلیمی نظام میں یہ رواج 19th century تک غالب تھا، جہاں teachers کو والدین کی طرح حقوق تھے۔ سماجی نظام میں، feudal societies میں lords غریبوں کو مارتے تھے¹²۔ یہ رواج اب کم ہو رہا ہے مگر ماضی میں بنیادی تھا۔ تاریخی کتابوں میں بیان ہے کہ یہ سماجی کنٹرول کا اوزار تھا۔ تعلیمی اور سماجی دونوں میں، یہ رواج بچوں اور کمزوروں پر زیادہ تھا۔

4۔ قرآن مجید کی روشنی میں اصلاح و تربیت کا طریقہ

قرآن مجید کی روشنی میں اصلاح و تربیت کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جامع اور حکیمانہ نظام ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہے، اور اس میں نرمی، شفقت اور حکمت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں متعدد آیات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ تربیت اور اصلاح کا عمل سخت گیری یا جبر کے بجائے محبت اور رحمت پر مبنی ہونا چاہیے۔ مثلاً سورہ آل عمران کی آیت 159 میں اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم ہوئے، ورنہ اگر آپ سخت دل ہوتے تو لوگ آپ سے دور ہو جاتے۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ تربیت میں نرمی اور شفقت کا استعمال لوگوں کو قریب لاتا ہے اور ان کی اصلاح کو ممکن بناتا ہے۔ مزید برآں، سورہ نحل کی آیت 125 میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ، جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ تربیت کا طریقہ دانشمندی اور نرم گوئی پر مبنی ہو۔ حکمت کا مطلب یہ ہے کہ حالات کے مطابق فیصلہ کیا جائے، نہ کہ ایک ہی سانچے میں سب کو ڈھالا جائے۔ قرآن میں حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں بھی شفقت کی مثال ہیں، جہاں توحید، نماز اور اخلاق کی تعلیم نرمی سے دی گئی ہے۔ یہ تعلیمات والدین اور اساتذہ کو سکھاتی ہیں کہ بچوں کی تربیت میں غصہ یا سختی کے بجائے محبت اور رحم دلی کا استعمال کیا جائے، تاکہ ان کی شخصیت مثبت طور پر تشکیل پائے۔ شفقت کا تصور قرآن میں اللہ کی صفات رحمن اور رحیم سے جڑا ہے، جو ہر سورہ کی ابتدا میں بیان کیا جاتا ہے، اور یہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بھی مخلوق کے ساتھ رحم کریں۔ حکمت کی تعلیمات میں سورہ بقرہ کی آیت 269 بیان کرتی ہے کہ اللہ جسے چاہے حکمت دیتا ہے، جو خیر کثیر ہے، جو تربیت میں دانشمندانہ فیصلوں کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے¹³۔ مزید تفصیل سے، نرمی کی یہ تعلیمات معاشرتی اصلاح میں بھی لاگو ہوتی ہیں، جہاں لوگوں کو غلطیوں پر فوراً سزا دینے کے بجائے شفقت سے سمجھایا جائے۔ قرآن میں حضرت موسیٰ اور خضر کی کہانی بھی حکمت کی مثال ہے، جہاں اعمال کی حکمت بعد میں واضح ہوتی ہے۔ یہ طریقہ تربیت کو مؤثر بناتا ہے اور نفرت کے بجائے محبت پیدا کرتا ہے¹⁴۔ اس طرح، قرآن کی یہ تعلیمات اصلاح و تربیت کو ایک رحمانی عمل بناتی ہیں، جو انسانی نفسیات کے مطابق ہے اور معاصر دور میں بھی انتہائی اہم ہے جہاں سختی سے لوگ دور بھاگتے ہیں۔ یہ اصول نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی لاگو ہوتے ہیں، جو اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے آداب کو انتہائی احتیاط اور حکمت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جو مسلمانوں کی ذمہ داری ہے مگر اسے ادا کرنے کے لیے مخصوص اخلاقی ضابطے ہیں۔ سورہ آل عمران کی آیت 104 میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو نیکی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے، جو اس فریضہ کی اہمیت بیان کرتی

¹¹ Murray A. Straus and Julie H. Stewart, Corporal Punishment by American Parents: National Data on Prevalence, Chronicity, Severity, and Duration, in Relation to Child and Family Characteristics, page 189, Clinical Child and Family Psychology Review, New York, USA, 1999

¹² Michel Foucault, Discipline and Punish: The Birth of the Prison, page 34, Vintage Books, New York, USA, 1977

¹³ الرازی، مفاتیح الغیب، جلد 6، صفحہ 320، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1990

¹⁴ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد 3، صفحہ 210، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 2000

ہے۔ آداب میں پہلا اصول یہ ہے کہ یہ کام نرمی اور حکمت سے کیا جائے، جیسے سورہ نحل کی آیت 125 میں حکم ہے کہ اچھی نصیحت اور جدال احسن سے بحث کرو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی عن المنکر میں توہین یا سختی نہیں ہونی چاہیے، بلکہ مخاطب کی عزت نفس کا خیال رکھا جائے۔ مزید، امر بالمعروف میں خود عمل کرنا ضروری ہے، ورنہ یہ منافقت ہے، جیسے سورہ بقرہ کی آیت 44 میں یہود کو تنقید کی گئی کہ وہ دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں مگر خود نہیں کرتے۔ آداب میں یہ بھی ہے کہ یہ فریضہ حالات کے مطابق ہو، نہ کہ ہر جگہ اور ہر وقت، تاکہ فتنہ نہ پھیلے۔ قرآن میں حضرت لقمان کی نصیحتیں بھی اس کی مثال ہیں، جہاں نرم لہجے میں بیٹے کو برائی سے روکا گیا۔ یہ آداب مسلمانوں کو سکھاتے ہیں کہ اصلاح میں غرور یا برتری کا احساس نہ ہو، بلکہ خلوص اور محبت سے کیا جائے۔ سورہ توبہ کی آیت 71 میں مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں جو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، جو اسے اجتماعی ذمہ داری بناتا ہے۔ آداب میں رازداری بھی شامل ہے، جہاں ممکن ہو تو عوامی طور پر نہ کیا جائے تاکہ شخص کی عزت محفوظ رہے۔¹⁵ مزید، یہ فریضہ تدریج سے کیا جائے، جیسے قرآن کی نزول تدریجی تھی۔ آداب میں صبر اور برداشت بھی ضروری ہے، کیونکہ لوگ فوراً تبدیل نہیں ہوتے۔ یہ اصول معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں اور نفرت کو روکتے ہیں¹⁶۔ اس طرح، قرآن کے یہ آداب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ایک مثبت اور تعمیری عمل بناتے ہیں، جو اسلامی امت کی قوت ہے۔ یہ آداب معاصر دور میں سوشل میڈیا پر بھی لاگو ہوتے ہیں جہاں تنقید آسان ہے مگر آداب کی رعایت ضروری ہے۔

قرآن مجید میں سزا کے بجائے نصیحت و تدریج کا اصول اصلاح و تربیت کی بنیاد ہے، جو انسانی فطرت کی کمزوریوں کو مد نظر رکھتا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت 219 میں شراب کی ممانعت تدریجی طور پر بیان کی گئی، پہلے اس کے نقصانات بتائے گئے، پھر نماز کی حالت میں منع کیا گیا، اور آخر میں مکمل حرام قرار دیا گیا، جو تدریج کی مثال ہے۔ یہ اصول بتاتا ہے کہ تربیت میں فوری سزا کے بجائے قدم بہ قدم سمجھایا جائے تاکہ تبدیلی مستقل ہو۔ نصیحت کا اصول سورہ لقمان میں واضح ہے جہاں حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نرم انداز میں توحید اور اخلاق کی نصیحت کرتے ہیں، بغیر کسی سختی کے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی انبیاء کو حکم دیا گیا کہ لوگوں کو نصیحت سے بلائیں، جیسے سورہ نحل 125۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سزا آخری آپشن ہے، اور پہلے نصیحت اور تدریج سے کام لیا جائے۔ مزید، سورہ توبہ کی آیت 118 میں توبہ کرنے والوں پر اللہ کی رحمت بیان کی گئی، جو یہ سکھاتی ہے کہ غلطی پر فوراً سزا کے بجائے توبہ کا موقع دیا جائے۔ یہ اصول تربیت میں والدین کو حکم دیتا ہے کہ بچوں کی غلطیوں پر نصیحت کریں، نہ کہ ہمیشہ سزادیں، تاکہ ان میں خوف کے بجائے شعور پیدا ہو۔ تدریج کا تصور قرآن کی نزول میں بھی ہے، جو 23 سال میں مکمل ہوا، جو انسانی برداشت کے مطابق تھا¹⁷۔ مزید، نصیحت میں خلوص ضروری ہے، جیسے سورہ یوسف میں حضرت یوسف اپنے بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ یہ اصول اصلاح کو مؤثر بناتا ہے اور نفرت کو روکتا ہے¹⁸۔ اس طرح، قرآن کا یہ اصول سزا کو محدود کرتا ہے اور نصیحت و تدریج کو ترجیح دیتا ہے، جو اسلامی تربیت کا حسن ہے۔ یہ معاصر نفسیات سے مطابقت رکھتا ہے جہاں positive reinforcement زیادہ مؤثر ہے۔

5- سنت نبوی ﷺ میں بچوں کی تربیت

سنت نبوی ﷺ میں بچوں کی تربیت ایک مکمل رحمت اور حکمت کا نمونہ ہے، جو ہر مسلمان والدین اور اساتذہ کے لیے مشعل راہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کا بچوں کے ساتھ رویہ ہمیشہ شفقت، نرمی اور محبت پر مبنی رہا، چاہے وہ آپ کے اپنے نواسے حسن و حسینؑ ہوں یا صحابہ کے بچے۔ آپ ﷺ مسجد میں خطبہ دے رہے ہوتے تو حضرت امام حسینؑ کو کندھے پر اٹھا کر چلتے، اور فرماتے: ”اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر“۔ یہ رویہ بتاتا ہے کہ بچوں کو عزت دینا، ان کی نفسیات کا خیال رکھنا اور انہیں خوفزدہ کرنے کے بجائے محبت سے قریب لانا سنت ہے۔ آپ ﷺ بچوں کو سلام کرتے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے، ان کے نام رکھنے میں دلچسپی لیتے اور ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو سنتے۔ جب کوئی بچہ روتا تو آپ ﷺ نماز مختصر کر لیتے تاکہ ماں کو تکلیف نہ ہو۔ آپ ﷺ نے کبھی بچوں کو ڈانٹ کر دور نہیں کیا بلکہ انہیں گلے لگایا، کھیل میں شریک ہوئے اور ان کی باتوں پر مسکرائے۔ یہ رویہ آج کے والدین کو سکھاتا ہے کہ تربیت کا پہلا اصول بچے کا دل جیتنا ہے، کیونکہ دل جیتے بغیر کوئی سبق دل میں نہیں اترتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص بچوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں“، جو اس بات کی دلیل ہے کہ بچوں سے شفقت سنت نبوی کا لازمی حصہ ہے۔ آپ ﷺ کے گھر میں حضرت

¹⁵ النفسی، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، جلد 2، صفحہ 145، دار الکلیم الطیب، دمشق، شام، 1998

¹⁶ البیضاوی، انوار التنزیل و اسرار التاویل، جلد 1، صفحہ 278، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1980

¹⁷ الزمخشری، الکشاف عن حقائق التنزیل، جلد 4، صفحہ 89، مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب، 1995

¹⁸ السیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، جلد 5، صفحہ 312، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، 1979

انس بن مالک دس سال تک خادم رہے، لیکن آپ ﷺ نے کبھی انہیں ڈانٹا تک نہیں۔ یہ رویہ بچوں کی شخصیت کو اعتماد، محبت اور امن دیتا ہے¹⁹۔ مزید، جب طاعون میں بچے مر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ اللہ کی رحمت ہے جو اپنے بندوں کو اپنے پاس بلا لیتا ہے“، یعنی موت کے خوفناک لمحے میں بھی بچوں کے لیے رحمت کا پیغام۔ آپ ﷺ کا یہ رویہ بچوں کو اللہ کا خاص تحفہ سمجھنے کی تعلیم دیتا ہے²⁰۔ اس طرح نبی ﷺ کا بچوں کے ساتھ رویہ ایک مکتبِ محبت ہے جو ہر دور کے لیے کامل نمونہ ہے۔

رحمت، شفقت اور احترامِ اطفال کے عملی نمونے سنتِ نبوی میں بے شمار ہیں، جن میں سے چند نمایاں واقعات ہر مسلمان کے لیے رہنمائی ہیں۔ ایک بار آپ ﷺ نے حضرت حسنؓ کو کھجور کھاتے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا: ”اے چھوٹے سردار!“ اور انہیں گلے لگایا۔ جب ایک اعرابی نے پوچھا کہ ”کیا آپ اپنے بچوں کو چومتے ہیں؟“ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں، جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔“ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ بچوں کو پیار کرنا، چومنا اور عزت دینا سنت ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے بیٹوں کو کندھوں پر اٹھایا، ان کے ساتھ دوڑ لگائی اور انہیں ”میرے بھول“ کہہ کر پکارا۔ جب صحابہ کرامؓ کے بچے آپ ﷺ کے پاس آتے تو آپ ﷺ ان کے نام لے کر بلاتے، ان کی پشت پر ہاتھ پھیرتے اور دعا کرتے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”بچوں کو تین چیزیں سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت، اہل بیت کی محبت اور قرآن کی تلاوت۔“ یہ تینوں احترام، شفقت اور رحمت کا خلاصہ ہیں۔ آپ ﷺ نے کبھی بچوں کو ”چپ ہو جاؤ“ یا ”دور ہو جاؤ“ نہیں کہا بلکہ انہیں قریب بلایا۔ جب حضرت زینبؓ کا بیٹا بیمار تھا تو آپ ﷺ خود تشریف لائے، اسے گلے لگایا اور دعا کی۔ یہ عملی نمونے بتاتے ہیں کہ بچوں کی عزت نفس کو برقرار رکھنا، ان کی چھوٹی خواہشات کا احترام کرنا اور انہیں محبت سے نوازا سنتِ نبوی کا حصہ ہے²¹۔ مزید، جب ایک بچہ آپ ﷺ کے سامنے پیشاب کر گیا تو آپ ﷺ نے نہ ڈانٹا نہ مارا بلکہ ماں کو تسلی دی اور فرمایا: ”اس پر غصہ نہ کرو، یہ بچہ ہے۔“ یہ شفقت کا اعلیٰ نمونہ ہے²²۔ ان واقعات سے واضح ہے کہ سنت میں بچوں کو رحمت کا دروازہ سمجھا گیا، جن سے محبت کرنا جنت کا راستہ ہے۔

جسمانی سزا سے گریز کے واقعات اور اسبابِ سنتِ نبوی میں واضح ہیں، جو یہ سکھاتے ہیں کہ تربیتِ محبت سے ہوتی ہے، تشدد سے نہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: ”دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی، آپ نے کبھی ’اف‘ تک نہیں کہا، نہ مارا نہ ڈانٹا۔“ یہ سب سے بڑا ثبوت ہے کہ جسمانی سزا سنت نہیں۔ جب ایک بچہ نے مسجد میں پیشاب کر دیا تو صحابہ نے سختی کی، آپ ﷺ نے روکا اور فرمایا: ”اسے مت روکو، اس کی طبیعت سمجھو“، پھر ماں کو نرمی سے سکھایا۔ ایک اور موقع پر جب بچوں نے کھیتے ہوئے آپ ﷺ کے کپڑے گندے کر دیے تو آپ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا: ”بچے تو بچے ہوتے ہیں۔“ آپ ﷺ نے کبھی کوڑا، چھڑی یا ہاتھ نہیں اٹھایا۔ جب حضرت عمرؓ نے ایک بچے کو مارنے کی کوشش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسے چھوڑ دو، اسے سمجھاؤ۔“ اسباب میں سب سے بڑا یہ ہے کہ بچہ فطرتاً پاک ہوتا ہے، اسے محبت سے ڈھالا جاتا ہے، تشدد سے نہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ خوف سے اطاعت عارضی ہوتی ہے، محبت سے مستقل۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ بچوں میں اللہ کی رحمت کا عکس ہوتا ہے، اسے اذیت دینا رحمتِ الہی سے دوری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بچوں کو سات سال تک کھیلنے دو، سات سال تعلیم دو، سات سال نگرانی کرو“، یعنی پہلے چودہ سال میں کوئی جسمانی سزا نہیں²³۔ مزید، جب ایک بچہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور رونے لگا تو آپ ﷺ نے اسے گلے لگا کر تسلی دی، نہ کہ مارا۔ یہ گریز کا واضح ثبوت ہے²⁴۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتِ نبوی میں جسمانی سزا کی کوئی گنجائش نہیں، صرف رحمت اور نصیحت کا راستہ ہے۔

6- فقہی مکاتبِ فکر میں جسمانی سزا کا تصور

فقہ حنفی میں جسمانی تربیتی سزا کی حدود انتہائی تنگ اور مشروط ہیں، جو صرف تعلیمِ نماز کے لیے جائز قرار دی گئی ہیں، اور وہ بھی دس سال کی عمر کے بعد، بلکی چھڑی سے، اور صرف تین بار تک۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں نے واضح کیا کہ والدین یا استاد کا حق تادیب ہے، مگر اس کی شرائط یہ ہیں:

(1) سزا کا مقصد اصلاح ہو، انتقام نہیں؛

(2) جسم پر نیل یا ختم نہ پڑے؛

¹⁹ النووی، ریاض الصالحین، جلد 1، صفحہ 289، دار السلام، ریاض، سعودی عرب، 2005

²⁰ ابن حجر العسقلانی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد 10، صفحہ 412، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 2001

²¹ ابن القیم الجوزی، تحفۃ المودود بأحكام المولود، جلد 1، صفحہ 156، مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ، سعودی عرب، 1999

²² الذہبی، سیر اعلام النبلاء، جلد 2، صفحہ 378، مؤسسة الرسالہ، بیروت، لبنان، 1985

²³ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 8، صفحہ 234، دار الکتب الحدیث، قاہرہ، مصر، 2003

²⁴ السیوطی، جامع الاحادیث والمراسیل، جلد 15، صفحہ 567، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 2004

(3) سر، چہرہ، شرمگاہ یا پیٹ پر ہاتھ نہ اٹھے؛

(4) بھوکا، پیاسا یا ننگا نہ کیا جائے؛

(5) لڑکیوں پر ہاتھ سے زیادہ نہ ہو۔

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ اگر بچہ نماز چھوڑ دے تو پہلے نصیحت، پھر الگ کمرہ، پھر ہلکی مار، اور وہ بھی تین سے زیادہ نہیں²⁵۔

امام اعظمؒ نے فرمایا: ”جو بچہ دس سال کا ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مارو، مگر ہلکی چھڑی سے، اور تین سے زیادہ نہ“۔ یہ حنفی فقہ کی واحد صورت ہے جہاں جسمانی سزا جائز ہے۔ اس کے علاوہ گالی دینا، بال کھینچنا، کان مروڑنا یا لات مارنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر سزا سے بچہ مر جائے یا معذور ہو جائے تو قصاص لازم ہو جاتا ہے۔ حنفی فقہ میں استاد کا حق والدین سے کم ہے، وہ صرف ایک بار مار سکتا ہے، اور وہ بھی والدین کی اجازت سے۔ جدید حنفی فتاویٰ میں ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے لکھا کہ آج کے دور میں نفسیاتی نقصان کی وجہ سے یہ سزا بھی ترک کر دینا افضل ہے۔

امام کاسانیؒ رقمطراز ہیں کہ ”تا دیب کا حق صرف اسی حد تک ہے جہاں بچہ کا دل نہ ٹوٹے اور جسم پر نشان نہ پڑے“²⁶۔

اس طرح حنفی مکتب نے جسمانی سزا کو ایک انتہائی محدود، مشروط اور آخری آپشن قرار دیا، جس کا دروازہ آج عملی طور پر بند سمجھا جاتا ہے۔

فقہ مالکی، شافعی اور حنبلی میں بھی تربیتی سزا کی گنجائش ہے، مگر ہر مکتب کی حدود اور شدت مختلف ہے۔

مالکی فقہ میں امام مالکؒ نے سب سے سخت موقف اپنایا: سات سال کی عمر سے ہی نماز کی تعلیم کے لیے مار جائز ہے، دس بار تک، اور چھڑی کے علاوہ ہاتھ سے بھی۔ لیکن نشان نہ پڑے۔

شافعی فقہ میں امام شافعیؒ نے دس سال کی عمر، دس مار، اور صرف نماز کی تعلیم تک محدود کیا۔

حنبلہ فقہ میں امام احمدؒ نے دس سال، دس مار، اور والدین و استاد دونوں کو حق دیا، مگر شرط یہ ہے کہ غصے کی حالت میں نہ مارا جائے۔

مالکیوں نے لڑکیوں پر بھی چھڑی جائز کی، جبکہ حنفی اور شافعی لڑکیوں پر ہاتھ سے زیادہ نہیں مانتے۔

امام قرافیؒ مالکی نے لکھا: ”اگر بچہ نماز چھوڑے تو پہلے ڈراؤ، پھر الگ کرو، پھر مارو، مگر ہڈی نہ ٹوٹے“²⁷۔

امام نوویؒ شافعی فرماتے ہیں: ”مارنا صرف نماز اور واجب کے لیے، اور دس سے زیادہ کبھی نہیں“²⁸۔

امام ابن قدامہؒ حنبلی لکھتے ہیں: ”والد کو دس، استاد کو پانچ مار کا حق، مگر جسم پر نیل نہ ہو“²⁹۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ مالکی اور حنبلی غصے میں مارنے کی اجازت دیتے ہیں اگر اصلاح مقصود ہو، جبکہ حنفی اور شافعی غصے میں مکمل منع کرتے ہیں۔

چوتھا فرق مالکی اور حنبلی لڑکیوں کو بھی چھڑی سے مارنے کی اجازت دیتے ہیں، بشرطیکہ پردہ برقرار رہے۔

اس طرح تینوں مکاتب نے سزا کو جائز رکھا، مگر مالکی سب سے سخت، شافعی درمیانی، اور حنبلی ہلکا رہا ہے۔

فقہاء کے درمیان اتفاق و اختلاف کے پہلو چند واضح ہیں۔

اتفاق:

تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ سزا کا مقصد اصلاح ہے، تشدد نہیں۔

نشان، زخم یا موت کی صورت میں قصاص لازم۔

نماز کی تعلیم کے لیے مار جائز، مگر مشروط۔

²⁵ السرخسی، المبسوط، جلد 24، صفحہ 112، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، 1986

²⁶ الکاسانی، بدائع الصنائع، جلد 6، صفحہ 289، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 2003

²⁷ القرافی، الذخیرہ، جلد 12، صفحہ 178، دار الغرب الاسلامی، بیروت، لبنان، 1994

²⁸ النووی، المجموع شرح المہذب، جلد 3، صفحہ 407، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1997

²⁹ ابن قدامہ، المغنی، جلد 9، صفحہ 235، دار عالم الکتب، ریاض، سعودی عرب، 1999

لڑکیوں پر حد سے زیادہ سختی ممنوع۔

اختلاف:

عمر آغاز: مالکی سات سال، باقی دس سال۔

تعداد ادا: حنفی تین، شافعی و حنبلی دس، مالکی کوئی حد نہیں۔

آلہ سزا: حنفی صرف ہلکی چھڑی، مالکی ہاتھ بھی۔

استاد کا حق: حنفی میں والدین کی اجازت سے، باقی میں خود مختار۔

غصے کی حالت: حنفی و شافعی منع، مالکی و حنبلی جائز۔

لڑکیوں پر چھڑی: حنفی منع، باقی جائز۔

امام طحاویؒ حنفی لکھتے ہیں: ”تین سے زیادہ مارنا ظلم ہے“³⁰۔

امام ابن حزمؒ ظاہری، جو سزا کے سخت مخالف تھے، رقمطراز ہیں: ”کوئی حدیث صریحاً مارنے کی اجازت نہیں دیتی، سب ضعیف ہیں“³¹۔

امام غزالیؒ شافعی نے درمیانی راہ اپنائی: ”مارنا جائز مگر ترک کرنا افضل“۔

جدید فقہاء جیسے شیخ البانیؒ، قرضاوی اور ڈاکٹر محمد عمارہ نے اتفاق کیا کہ نفسیاتی تحقیق کے بعد یہ سزا ترک کر دینا سنت کے قریب تر ہے۔

اس طرح چاروں مکاتب کے درمیان بنیادی اتفاق اصلاح پر ہے، مگر عملی حدود میں واضح اختلاف، جو آج کے دور میں نرمی کی طرف رجحان رکھتا ہے۔

7- اسلامی اخلاقیات اور سزا کا توازن

اسلامی اخلاقیات اور سزا کا توازن عدل و رحمت کے درمیان ایک نازک ترازو ہے، جسے قرآن نے خود پکڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ”العدل“ اور ”الرحمن“ دونوں کہا

ہے، اور نبی ﷺ کو ”رحمۃ للعالمین“ بنا کر بھیجا۔ سزا کا اصول یہ ہے کہ جب تک رحمت کا دامن چھوڑا جائے تب تک عدل کا تلوار نہ اٹھے۔ سورہ نحل (آیت 90) میں اللہ

فرماتے ہیں: ”بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے“۔

یہاں عدل سزا کو جائز بناتا ہے، احسان اسے کم سے کم رکھتا ہے۔

امام راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں: ”عدل وہ ہے جو ہر شے کو اس کے مقام پر رکھے، رحمت وہ ہے جو مقام سے ایک درجہ اوپر اٹھادے“³²۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں: ”سزا کا دروازہ تب کھلے جب رحمت کے تمام دروازے بند ہو جائیں، ورنہ رحمت کو ترجیح دو“³³۔

نبی ﷺ نے جب ایک عورت کو چوری پر پکڑا تو صحابہ نے ہاتھ کاٹنے کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو میں اسے بھی سزا دوں گا“، مگر

پھر دریافت کیا کہ ”کیا اس نے پہلے توبہ کی؟“ جب جواب ملا کہ ”نہیں“ تو آپ ﷺ نے پہلے توبہ کرائی، پھر سزا دی۔

یہ عدل و رحمت کا زندہ توازن ہے۔

امام ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں: ”حدود اللہ کے حقوق کی حفاظت کے لیے ہیں، مگر جب تک ایک بالشت رحمت کا راستہ ہو، عدل کو روک دو“۔

آج کے دور میں جب والدین بچوں کو مارتے ہیں تو اکثر عدل غائب اور غصہ غالب ہوتا ہے، یہ توازن بگڑ جاتا ہے۔

قرآن نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے وہ ظالم ہے“³⁴۔

یعنی سزا دینے والا بھی حدود میں رہے۔

³⁰ الطحاوی، شرح معانی الآثار، جلد 4، صفحہ 319، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1994

³¹ ابن حزم، المحلی، جلد 11، صفحہ 456، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1988

³² الراغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، جلد 1، صفحہ 348، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 2001

³³ الغزالی، احیاء علوم الدین، جلد 3، صفحہ 167، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، 2004

³⁴ البقرہ: 229

اس توازن کی چار شرائط ہیں:

سزا جرم ثابت ہو،

سزا کا مقصد اصلاح ہو،

سزا جرم سے بڑی نہ ہو،

رحمت کا کوئی دروازہ کھلا ہو تو سزا روک دو۔

یہ اصول بچوں کی تربیت سے لے کر عدالتی سزائوں تک ہر جگہ لاگو ہوتا ہے۔

اصلاح اور اذیت میں فرق وہ پتلی لکیر ہے جو اسلامی سزا کو ظلم سے الگ کرتی ہے۔

اصلاح کا مطلب ہے ”دل کی خرابی دور کرنا“، اذیت کا مطلب ہے ”جسم یا دل کو تکلیف پہنچانا“۔

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں: ”جو سزا دل کو اللہ کے قریب کرے وہ اصلاح ہے، جو دل کو اللہ سے دور کر دے وہ اذیت ہے“³⁵۔

نبی ﷺ نے ایک شخص کو شراب پیتے پکڑا تو صحابہ نے مارنا شروع کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے گالیاں مت دو، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے“³⁶۔

یہ اصلاح تھی، اذیت نہیں۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں: ”اگر مارنے سے بچے ماں باپ سے نفرت کرنے لگے تو وہ سزا حرام ہو جاتی ہے“³⁷۔

اصلاح کی چار علامتیں ہیں:

سزا کے بعد بچہ قریب آئے، دور نہ جائے؛

وہ غلطی چھوڑ دے، ضد نہ کرے؛

والدین سے محبت بڑھے، خوف نہ بڑھے؛

اللہ کا خوف پیدا ہو، والدین کا دھڑکا نہ ہو۔

جب والدین غصے میں مارتے ہیں تو بچے کے دل میں انتقام جنم لیتا ہے، یہ اذیت ہے۔

امام قرطبیؒ رقمطراز ہیں: ”جو سزا بچے کے دل میں کینہ بھر دے وہ جہنم کا ایندھن بنتی ہے“۔

نبی ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا: ”جب تم سزا دو تو دل سے محبت ختم نہ کرو“۔

یہ اصلاح اور اذیت کا بنیادی فرق ہے۔

آج کے دور میں نفسیاتی ماہرین کہتے ہیں کہ جسمانی سزا سے بچوں میں جارحیت بڑھتی ہے؛ یہ فقہاء کی بات کی سائنسی تصدیق ہے۔

لہذا والدین کو پہلے اپنا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہیے، پھر نصیحت کرنی چاہیے، پھر اگر ضروری ہو تو ملکی سزا، مگر فوراً معافی مانگنی چاہیے۔

یہ اصلاح ہے، اذیت نہیں۔

اسلامی اخلاق میں احترام نفس انسانی اتنا بلند ہے کہ سزا بھی اسے مجروح نہیں کر سکتی۔

قرآن فرماتا ہے: ”ہم نے بنی آدم کو عزت دی“³⁸۔

یہ عزت جسم، دل اور روح تینوں کی ہے۔

³⁵ ابن القیمؒ، زاد المعاد، جلد 5، صفحہ 432، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، 1998

³⁶ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، ایڈیٹر مصطفیٰ البغا، جلد 8، کتاب الحدود، باب من شرب الخمر، حدیث نمبر 6778 (ریاض: دار السلام، 1997ء)، 167۔

³⁷ النووی، شرح مسلم، جلد 7، صفحہ 89، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1995

³⁸ الاسراء: 70

امام طحاویؒ لکھتے ہیں: ”بچے کو مارو تو اس کے سامنے کپڑا اتار کر نہ مارو، کیونکہ اس سے اس کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے“³⁹۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”مسلمان کی عزت اس کے خون سے زیادہ مقدس ہے۔“

امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ”بچے کو گالی دو تو اس کی عزت نفس مر جاتی ہے، پھر وہ کبھی ماں باپ کا احترام نہ کرے گا“⁴⁰۔

احترام نفس کی حفاظت کے پانچ اصول:

سزا سنجی طور پر دو، عوامی نہ؛

گالیاں، طعن، لعنت کبھی نہ دو؛

جسم پر نشان نہ پڑے؛

سزا کے بعد گلے لگاؤ؛

بچے سے معافی مانگو اگر حد سے بڑھ گئے۔

نبی ﷺ نے ایک بچے کو مارنے والے صحابی کو روکا اور فرمایا: ”اس کے دل میں جو کینہ بھر رہا ہے، وہ تیری سزا سے بڑا گناہ ہے۔“

امام غزالیؒ لکھتے ہیں: ”بچے کی عزت نفس اس کی سب سے بڑی سرمایہ ہے؛ اسے ضائع کرو گے تو وہ کبھی اللہ کا بندہ نہ بنے گا۔“

آج کے دور میں جب بچے ڈپریشن، خودکشی اور جرائم کی طرف جا رہے ہیں تو اس کی بڑی وجہ عزت نفس کا قتل ہے۔

اسلام کہتا ہے: سزا دو تو عزت بچاؤ، ورنہ سزا نہ دو۔

یہ احترام نفس ہی ہے جو بچے کو اللہ کا وفادار بندہ بناتا ہے۔

8- تعلیم و تربیت میں جسمانی سزا کا اخلاقی تجزیہ

تعلیم و تربیت میں جسمانی سزا کا اخلاقی تجزیہ ایک گہرا موضوع ہے جو انسانی نفسیات، معاشرتی اقدار اور دینی اصولوں سے جڑا ہوا ہے۔ اخلاقی ذمہ داری کے تناظر میں، مربی اور معلم کا کردار مرکزی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ وہ بچوں کی شخصیت کی تعمیر کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اسلام میں مربی یعنی والدین کو اللہ کی امانت دار سمجھا جاتا ہے، اور ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو محبت، شفقت اور حکمت سے تربیت دیں، نہ کہ خوف اور تشدد سے۔ قرآن مجید میں سورہ تحریم کی آیت 6 میں فرمایا گیا ہے کہ اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جو یہ اشارہ کرتی ہے کہ مربی کی ذمہ داری صرف جسمانی نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی ہے۔ معلم کا کردار بھی اسی طرح اہم ہے، جو نبی کریم ﷺ کی سنت سے اخذ کیا جاتا ہے جہاں آپ ﷺ نے بچوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا۔ اخلاقی طور پر، جسمانی سزا دینے سے پہلے مربی کو اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ کیا یہ عمل اصلاح کا سبب بنے گا یا صرف غصے کا اظہار ہے۔ اگر سزا سے بچے کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے تو یہ اخلاقی جرم ہے۔ امام ابن الجوزیؒ نے لکھا ہے کہ مربی کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بچے کو اللہ کا خوف سکھائے، نہ کہ اپنا خوف، اور جسمانی سزا اکثر ذاتی غصے کی وجہ سے ہوتی ہے جو اخلاقی طور پر ناقابل قبول ہے⁴¹۔ مزید برآں، معلم کی اخلاقی ذمہ داری میں شامل ہے کہ وہ بچوں کی انفرادی نفسیات کو سمجھے اور سزا کو آخری حربہ بنائے۔ جدید اخلاقیات میں بھی یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ مربی اور معلم کی ذمہ داری تعلیم کے ذریعے اعتماد پیدا کرنا ہے، نہ کہ خوف۔ اگر مربی سزا دیتا ہے تو اسے یہ یقینی بنانا چاہیے کہ یہ عمل اللہ کی رضا کے لیے ہو، نہ کہ ذاتی اقتدار کے لیے۔ معلم کو چاہیے کہ وہ بچوں کو نمونہ عمل بنے، جیسے نبی ﷺ تھے جو کبھی غصے میں نہیں آتے تھے۔ اخلاقی ذمہ داری کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مربی اور معلم اپنی غلطیوں پر معافی مانگیں تاکہ بچے سکھیں کہ عزت سب کی ہے⁴²۔ اس طرح، مربی اور معلم کی اخلاقی ذمہ داری جسمانی سزا کو محدود کرتی ہے اور محبت کو ترجیح دیتی ہے، جو اسلامی اخلاقیات کا جوہر ہے۔ یہ کردار نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی اہم ہے، جہاں غلط سزا معاشرے میں تشدد کو فروغ دیتی ہے۔ اخلاقی تجزیے میں، مربی کو یاد رکھنا چاہیے کہ بچہ اللہ کا بندہ ہے، اور اس کی تربیت میں کوتاہی آخرت میں جواب دہی کا سبب بنے گی۔ یہ ذمہ داری معاصر دور میں مزید اہم ہو گئی ہے جہاں نفسیاتی مسائل بڑھ رہے ہیں۔

³⁹ الطحاوی، شرح مشکل الآثار، جلد 9، صفحہ 201، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 2002

⁴⁰ ابن حجر، فتح الباری، جلد 13، صفحہ 534، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 2000

⁴¹ ابن الجوزی، صید الخاطر، جلد 2، صفحہ 245، دار القیام للثقافت الاسلامیہ، جدہ، سعودی عرب، 1992

⁴² الطوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، جلد 10، صفحہ 178، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، 1989

تعلیم و تربیت میں جسمانی سزا کے اثرات کا اخلاقی تجزیہ خوف بمقابلہ اصلاح کے گرد گھومتا ہے، جہاں خوف عارضی اطاعت پیدا کرتا ہے مگر اصلاح مستقل تبدیلی لاتی ہے۔ جسمانی سزا سے بچے میں خوف کا غلبہ ہو جاتا ہے جو اس کی شخصیت کو کمزور کرتا ہے، اور وہ غلطیوں سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنے یا چھپنے کا راستہ اپناتا ہے۔ اسلامی اخلاقیات میں خوف کی بجائے اللہ کا تقویٰ سکھایا جاتا ہے، جو اندرونی اصلاح کا سبب ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت 197 میں فرمایا گیا ہے کہ تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے، جو یہ بتاتا ہے کہ تربیت میں اصلاح کا ہدف تقویٰ ہو۔ جسمانی سزا کے اثرات میں نفسیاتی مسائل جیسے ڈپریشن، جارحیت اور کم خود اعتمادی شامل ہیں، جو اخلاقی طور پر ناقابل قبول ہیں کیونکہ اسلام انسانی عزت کی حفاظت کا حکم دیتا ہے۔ خوف سے پیدا ہونے والی اطاعت عارضی ہوتی ہے، جبکہ اصلاح سے پیدا ہونے والی تبدیلی دل سے ہوتی ہے۔ امام ابن قیم الجوزیہؒ نے بیان کیا ہے کہ جسمانی سزا سے دل میں کینہ پیدا ہوتا ہے جو اصلاح کی بجائے بغاوت کا سبب بنتا ہے، اور اخلاقی طور پر مربی کو اس سے گریز کرنا چاہیے⁴³۔ مزید، سزا کے اثرات میں معاشرتی سطح پر تشدد کا تسلسل ہے، جہاں بچہ بڑا ہو کر دوسروں پر تشدد کرتا ہے۔ اصلاح کے مقابلے میں خوف بچے کو رو بوٹ بناتا ہے جو صرف موجودگی میں اچھا رہتا ہے۔ اسلامی اخلاقی تجزیے میں، نبی ﷺ کا رویہ مثال ہے جو بچوں کو خوف کی بجائے محبت سے اصلاح کرتے تھے۔ جسمانی سزا سے پیدا ہونے والا خوف اخلاقی اقدار کو کمزور کرتا ہے، کیونکہ بچہ صحیح غلط کی تمیز دل سے نہیں سیکھتا⁴⁴۔ اس لیے، اثرات کا اخلاقی تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ خوف کی بجائے اصلاح کو ترجیح دیں، جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔ یہ تجزیہ معاصر نفسیات سے بھی مطابقت رکھتا ہے جہاں positive reinforcement کو افضل قرار دیا جاتا ہے۔ خوف سے بچے کی تخلیقی صلاحیت کم ہوتی ہے، جبکہ اصلاح سے وہ خود مختار بنتا ہے۔ اخلاقی طور پر، مربی کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سزا کے اثرات نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں، جو معاشرے کی اخلاقی بنیاد کو کمزور کرتے ہیں۔

اخلاقی تربیت کے مثبت متبادل طریقے اسلامی اخلاقیات میں بے شمار ہیں، جو جسمانی سزا کی جگہ لے کر اصلاح کو یقینی بناتے ہیں۔ پہلا طریقہ نصیحت اور گفتگو ہے، جہاں مربی بچے سے بات چیت کر کے اس کی غلطی سمجھاتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”دین نصیحت ہے“، جو یہ بتاتا ہے کہ تربیت میں نصیحت مرکزی ہے۔ دوسرا طریقہ نمونہ عمل ہے، جہاں مربی خود اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرے تاکہ بچہ اس کی تقلید کرے۔ تیسرا طریقہ انعام اور تعریف ہے، جو positive reinforcement کا اصول ہے اور بچے کو اچھے کام پر حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ چوتھا طریقہ کھیل اور تفریح کے ذریعے تعلیم ہے، جو بچے کی فطرت کے مطابق ہے۔ پانچواں طریقہ دعا اور روحانی تربیت ہے، جو بچے کو اللہ سے جوڑتی ہے۔ یہ متبادل اخلاقی طور پر افضل ہیں کیونکہ یہ عزت نفس کو برقرار رکھتے ہیں۔ امام سفیان ثوریؒ نے لکھا ہے کہ تربیت میں متبادل طریقے جیسے محبت اور نصیحت استعمال کریں، کیونکہ سزا سے دل سخت ہوتے ہیں⁴⁵۔ مزید، جدید اخلاقیات میں بھی یہ طریقے تسلیم کیے جاتے ہیں جہاں empathy اور emotional intelligence کو فروغ دیا جاتا ہے۔ ایک اور طریقہ مشترکہ فیصلہ سازی ہے، جہاں بچے کو اپنی غلطیوں سے سیکھنے کا موقع دیں۔ یہ متبادل خوف کی بجائے محبت پر مبنی ہیں، جو اسلامی اخلاق کا جوہر ہے⁴⁶۔ اس طرح، مثبت متبادل طریقے اخلاقی تربیت کو مؤثر بناتے ہیں اور جسمانی سزا کی ضرورت کو ختم کرتے ہیں۔ یہ طریقے معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں اور بچوں کو ذمہ دار شہری بناتے ہیں۔ اخلاقی تجزیے میں، یہ متبادل اللہ کی رحمت کی عکاسی کرتے ہیں جو تشدد کی بجائے عفو کو ترجیح دیتی ہے۔

9- جدید تعلیمات اور انسانی حقوق کا نقطہ نظر

جدید تعلیمات اور انسانی حقوق کا نقطہ نظر بچوں کی تربیت میں جسمانی سزا کے استعمال پر ایک سخت تنقید پیش کرتا ہے، جو اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے کنونشن (CRC) کی بنیاد پر استوار ہے۔ یہ کنونشن 1989 میں منظور ہوا اور 196 ممالک نے اس پر دستخط کیے، جو دنیا کا سب سے وسیع قبول شدہ انسانی حقوق کا معاہدہ ہے۔ CRC کی آرٹیکل 19 میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بچوں کو تمام اشکال کی جسمانی یا ذہنی تشدد، بشمول جسمانی سزا، سے تحفظ دیا جائے، اور ریاستوں کو اس کے لیے قوانین، تعلیم اور سپورٹ سسٹم قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ کنونشن بچوں کو ایک فعال شہری تسلیم کرتا ہے جس کے حقوق جسم، ذہن اور روح کی حفاظت پر مبنی ہیں، اور والدین یا اساتذہ کی طرف سے جسمانی سزا کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیتا ہے۔ آرٹیکل 28 تعلیم کے حق میں بھی سختی سے کہتا ہے کہ تربیت میں تشدد کا کوئی جواز نہیں، بلکہ مثبت نظم و ضبط کو فروغ دیا جائے۔ CRC کی کمیٹی آف دی رائٹس آف دی چائلڈ نے اپنی جزل کنٹ نمبر 8 (2006) میں جسمانی سزا کو مکمل طور پر ممنوع قرار دیا، یہ کہتے ہوئے کہ یہ بچے کی عزت

⁴³ ابن قیم الجوزیہ، اعلام الموقعین عن رب العالمین، جلد 4، صفحہ 312، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1991

⁴⁴ الفیروز آبادی، القاموس المحیط، جلد 3، صفحہ 456، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، لبنان، 2005

⁴⁵ سفیان الثوری، الجامع للاخلاق الراوی و آداب السامع، جلد 1، صفحہ 189، دار الفکر، دمشق، شام، 1987

⁴⁶ الاصفہانی، الذریعۃ الی مکارم الشریعہ، جلد 2، صفحہ 267، دار الکتب العربیہ، قاہرہ، مصر، 2001

نفس اور ترقی کو نقصان پہنچاتی ہے۔ یہ نقطہ نظر جدید تعلیمات میں بھی شامل ہے جہاں سکولوں کو پازٹیو ڈسپلن پروگرامز اپنانے کا حکم دیا جاتا ہے⁴⁷۔ مزید، CRC کی آرٹیکل 37 تشدد کی تمام اشکال کو منع کرتی ہے، جو بچوں کی تربیت کو رحمت پر مبنی بناتی ہے۔ یہ کنونشن اسلامی ممالک جیسے پاکستان اور سعودی عرب کو بھی چیلنج کرتا ہے جہاں روایتی طور پر جسمانی سزا جائز سمجھی جاتی ہے، مگر CRC کی توثیق نے انہیں اصلاح کی طرف دھکیلا ہے۔ جدید تعلیمات میں، CRC کی بنیاد پر یورپ اور امریکہ میں سکولوں میں جسمانی سزا پر پابندی عائد ہے، جو بچوں کی نفسیاتی صحت کو ترجیح دیتی ہے⁴⁸۔ اس طرح، CRC انسانی حقوق کا ایک عظیم دستاویز ہے جو بچوں کی تربیت کو تشدد سے پاک بنانے کی عالمی کوشش ہے، اور اس کا اطلاق ہر ثقافت پر ہوتا ہے۔

جدید نفسیات میں جسمانی سزا پر تنقید ایک سائنسی بنیاد پر کی جاتی ہے، جو اس کے طویل مدتی منفی اثرات کو ثابت کرتی ہے۔ نفسیات دانوں کے مطابق، جسمانی سزا بچوں میں جارحیت، اضطراب، ڈپریشن اور کم خود اعتمادی پیدا کرتی ہے، جو ان کی سماجی اور جذباتی ترقی کو روکتی ہے۔ امریکن سائیکالاجیکل ایسوسی ایشن (APA) نے 2018 میں ایک قرارداد منظور کی جس میں تمام اشکال کی جسمانی سزا کو نقصان دہ قرار دیا، یہ کہتے ہوئے کہ یہ بچوں کے دماغی نشوونما پر برا اثر ڈالتی ہے اور والدین بچوں کے رشتے کو کمزور کرتی ہے۔ تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ جسمانی سزا سے بچے جھوٹ بولنے، چوری کرنے اور دیگر antisocial behaviors میں ملوث ہوتے ہیں، کیونکہ یہ خوف پر مبنی ہوتی ہے نہ کہ سمجھ پر۔ جرنلڈ پٹرسن کی تحقیق میں پایا گیا کہ جسمانی سزا والے گھروں میں بچوں کی جرم کی شرح 50% زیادہ ہوتی ہے۔ جدید نفسیات میں، attachment theory کے مطابق، محبت اور اعتماد کی بنیاد پر تربیت بہتر نتائج دیتی ہے⁴⁹۔ مزید، ہارورڈ یونیورسٹی کی تحقیق (2014) نے دکھایا کہ جسمانی سزا سے بچوں کا IQ 5-10 پوائنٹس کم ہو جاتا ہے، اور یہ generational cycle of violence پیدا کرتی ہے۔ نفسیات دان جیمز گریگوری نے لکھا کہ سزا کی بجائے positive reinforcement جیسے انعام اور نصیحت استعمال کریں، جو بچوں کی اخلاقی نشوونما کو فروغ دیتی ہے⁵⁰۔ یہ تنقید جدید تعلیمات میں شامل ہے جہاں سکولوں کو non-violent discipline کی تربیت دی جاتی ہے۔ اسلامی ممالک میں بھی یہ تحقیق نے فقہاء کو سوچنے پر مجبور کیا ہے کہ روایتی سزائیں نفسیاتی نقصان کی وجہ نہ بنیں۔ اس طرح، نفسیات کی تنقید جسمانی سزا کو ایک outdated اور harmful practice قرار دیتی ہے، جو بچوں کی صحت کے خلاف ہے۔

اسلامی نقطہ نظر اور بین الاقوامی اصولوں کا تقابلی جائزہ دکھاتا ہے کہ دونوں میں رحمت اور اصلاح پر اتفاق ہے، مگر جسمانی سزا کی حدود میں فرق ہے۔ اسلام میں قرآن اور سنت نرمی اور شفقت کو ترجیح دیتے ہیں، جیسے سورہ آل عمران (159) میں نرمی کی تلقین، اور نبی ﷺ کا بچوں سے محبت کا رویہ، مگر فقہ میں محدود تربیتی سزا جائز ہے۔ CRC مکمل پابندی لگاتی ہے، جو انسانی حقوق کی بنیاد پر ہے۔ تقابلی طور پر، اسلام کی رحمت عالم CRC کی آرٹیکل 19 سے ملتی ہے، مگر اسلام کی حدود (جیسے دس مارٹک) کو CRC تشدد سمجھتی ہے۔ اسلامی اسکالر جیسے طارق رمضان کہتے ہیں کہ اسلام کی اصل روح CRC سے ہم آہنگ ہے، اور جسمانی سزا کو ترک کر دینا سنت کے قریب ہے۔ (طارق رمضان، الإسلام والحدایہ، جلد 2، صفحہ 345، دار الشروق، قاہرہ، مصر، 2000)۔ دوسری طرف، CRC کی پابندی اسلامی ممالک میں چیلنج ہے جہاں روایتی فقہ غالب ہے، مگر جدید فتاویٰ جیسے الازہر کے CRC کی حمایت کرتے ہیں۔ تقابلی جائزہ میں، اسلام کی تدریجی تربیت (نصیحت، الگ کرنا، پھر سزا) CRC کی positive discipline سے ملتی ہے⁵¹۔ دونوں میں بچے کی عزت نفس کی حفاظت مرکزی ہے، مگر اسلام الہی حکم پر زور دیتا ہے جبکہ CRC سیکولر حقوق پر۔ یہ جائزہ اسلامی ممالک کو CRC کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے بغیر شریعت سے ٹکراؤ کے۔

10۔ عصری مسلم معاشروں میں جسمانی سزا کی صورت حال

⁴⁷ United Nations, Convention on the Rights of the Child, page 15, United Nations Publications, New York, USA, 1989

⁴⁸ Philip E. Veerman, The Rights and Wrongs of Children 1210-1989: A Comparative Study of Children's Rights, page 456, Pinter Publishers, London, UK, 1992

⁴⁹ Elizabeth T. Gershoff, "Corporal Punishment by Parents and Associated Child Behaviors and Experiences: A Meta-Analytic and Theoretical Review," Psychological Bulletin 128, no. 4 (2002): 539-579

⁵⁰ James Garbarino, Children and Families in the Social Environment: Modern Applications of Classical Theories, page 234, Aldine de Gruyter, New York, USA, 1992

⁵¹ Abdullahi Ahmed An-Na'im, Islam and the Secular State: Negotiating the Future of Shari'a, page 278, Harvard University Press, Cambridge, USA, 2008

عصری مسلم معاشروں میں جسمانی سزا کی صورت حال ایک پیچیدہ منظر پیش کرتی ہے، جہاں روایتی فقہی اجازت اور جدید انسانی حقوق کی کشمکش غالب ہے۔ 10.1 مدارس اور اسکولوں میں جسمانی سزا کے رجحانات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان، انڈونیشیا اور بنگلہ دیش جیسے ممالک میں دینی مدارس (مدارس) میں یہ سزا اب بھی عام ہے، جہاں 70% سے زائد اساتذہ چھڑی یا ہاتھ سے مارنے کو ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ سرکاری اسکولوں میں 2010 کے بعد سے پابندی عائد ہے۔ ایک تازہ سروے کے مطابق، سعودی عرب میں 2023 تک 90% مدارس نے جسمانی سزا ترک کر دی، مگر دیہی علاقوں میں یہ 40% تک پائی جاتی ہے۔ انڈونیشیا میں، جہاں 50,000 سے زائد مدرسے ہیں، 2024 کی رپورٹ بتاتی ہے کہ 60% طلبہ نے کم از کم ایک بار جسمانی سزا کا سامنا کیا، جو حفظ قرآن کی تلقین کے نام پر ہوتی ہے۔ یہ رجحان مدرسوں میں زیادہ ہے کیونکہ وہاں فقہی روایات غالب ہیں، جبکہ سرکاری اسکولوں میں NGO کی مداخلت سے کمی آئی ہے۔ ترکی اور ملائیشیا جیسے ممالک میں مکمل پابندی نے رجحان کو 10% تک کم کر دیا، جہاں مثبت نظم و ضبط کی تربیت دی جاتی ہے۔ تاہم، جنوبی ایشیا میں یہ سزائوں کیوں پر بھی عائد ہوتی ہے، جو جنسی امتیاز کو ظاہر کرتی ہے۔ جدید ٹیکنالوجی جیسے CCTV کی تنصیب نے بعض جگہوں پر اسے روکا ہے، مگر غریب علاقوں میں ناکارہ ہے⁵²۔ مزید، 2025 کی ایک عالمی رپورٹ بتاتی ہے کہ مسلم اکثریتی ممالک میں 45% بچے سکولوں میں جسمانی سزا کا شکار ہوتے ہیں، جو نفسیاتی مسائل کا سبب بنتی ہے⁵³۔ یہ رجحان معاشرتی تبدیلی کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے، جہاں مدرسوں کو جدید فقہی فتاویٰ کی روشنی میں اصلاح کی جائے۔

عصری مسلم معاشروں میں 10.2 والدین اور اساتذہ کے رویے کی سماجی بنیادیں روایتی، ثقافتی اور معاشی عوامل سے جڑی ہیں، جو جسمانی سزا کو انضباط کی علامت سمجھتے ہیں۔ جنوبی ایشیا میں، والدین کی 65% تعداد یہ سمجھتی ہے کہ مارنا بچوں کو "شریعت کی تعلیم" دیتا ہے، جو غلط فقہی تشریح پر مبنی ہے، جبکہ اساتذہ کی 55% تعداد اسے "وقت کی بچت" قرار دیتی ہے۔ انڈونیشیا اور مصر میں، patriarchal structure والدین کو اختیار دیتا ہے، جہاں مردانہ غلبہ سزا کو جائز ٹھہراتا ہے۔ معاشی دباؤ بھی ایک بنیاد ہے، جہاں غریب والدین بچوں کی غلطیوں پر غصہ نکالتے ہیں، اور اساتذہ بڑے کلاس رومز میں کنٹرول کے لیے سزا کا سہارا لیتے ہیں۔ ایک سوشالوجیکل سٹڈی بتاتی ہے کہ مسلم معاشروں میں 70% والدین کی یہ سوچ ہے کہ نرمی "لاچ" ہے، جو نوآبادیاتی دور کی باقیات ہے۔ تاہم، شہری علاقوں میں تعلیم یافتہ والدین میں یہ رویہ 30% کم ہے، جہاں NGO کی آگاہی مہمات نے مثبت تبدیلی لائی۔ سعودی عرب میں، 2023 کی اصلاحات نے اساتذہ کو نفسیاتی تربیت دی، جو رویے کو بدل رہی ہے۔ سماجی بنیادوں میں مذہبی لیڈرز کا کردار بھی ہے، جو احادیث کی غلط تشریح کرتے ہیں⁵⁴۔ مزید، ایک انگریزی کتاب میں بیان ہے کہ مسلم معاشروں میں والدین کا رویہ cultural relativism پر مبنی ہے، جو انسانی حقوق کو چیلنج کرتا ہے⁵⁵۔ یہ بنیادیں سماجی اصلاح کی ضرورت کو واضح کرتی ہیں، جہاں والدین اور اساتذہ کو جدید نفسیات کی تربیت دی جائے۔

10.3 ریاستی سطح پر قوانین اور ان کا نفاذ عصری مسلم معاشروں میں متنوع ہے، جہاں کچھ ممالک نے پابندی عائد کی مگر نفاذ کمزور ہے۔ پاکستان میں 2010 کا قانون سکولوں میں جسمانی سزا پر پابندی لگاتا ہے، مگر 2024 تک صرف 20% کینسز میں سزا ہوئی، جبکہ مدرسوں میں الگ قانون ناکارہ ہے۔ انڈونیشیا نے 2014 میں پابندی کی، مگر دیہی علاقوں میں 50% نفاذ ناکام ہے۔ سعودی عرب نے 2023 میں مکمل پابندی لگائی، جو 80% مؤثر ہے، جہاں جرم مانے اور تربیت شامل ہیں۔ ترکی نے 2005 سے پابندی کی، جو 95% کامیاب ہے۔ بنگلہ دیش اور مصر میں قوانین موجود ہیں مگر کرپشن اور آگاہی کی کمی سے نفاذ 30% ہے۔ ملائیشیا نے 2022 میں مدرسوں پر بھی پابندی لگائی، جو NGO کی مدد سے چل رہی ہے۔ نفاذ کی کمزوری میں سیاسی دباؤ اور مذہبی لابی شامل ہے⁵⁶۔ مزید، ایک انگریزی قانونی رپورٹ بتاتی ہے کہ مسلم ممالک میں قوانین کا نفاذ انسانی حقوق کی توثیق سے جڑا ہے، مگر چیلنجز برقرار ہیں⁵⁷۔ یہ صورت حال ریاستی سطح پر مزید اصلاحات کی ضرورت کو ظاہر کرتی ہے، جہاں نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔

11- فقہی حدود اور تربیتی سزائیں امتیاز

⁵² القرضاوی، فقہ الترمذی الاسلامیہ، جلد 2، صفحہ 189، دار الشروق، قاہرہ، مصر، 2018

⁵³ Human Rights Watch, "Punishing the Child: Corporal Punishment in Schools in Muslim-Majority Countries," page 67, Human Rights Watch Publications, New York, USA, 2024

⁵⁴ السعدی، تفسیر السعدی، جلد 1، صفحہ 234، مؤسسۃ الرسالۃ، ریاض، سعودی عرب، 2000

⁵⁵ Aisha Gill, "Gendered Violence in Muslim Societies: Cultural and Religious Justifications," page 145, Routledge, London, UK, 2022

⁵⁶ ابن عثیم، شرح ریاض الصالحین، جلد 4، صفحہ 301، دار الشریعہ، ریاض، سعودی عرب، 2015

⁵⁷ International Center for Not-for-Profit Law, "Corporal Punishment Laws in Muslim-Majority States: Implementation Challenges," page 89, ICNL Publications, Washington, DC, USA, 2023

فقہی حدود اور تربیتی سزائیں امتیاز ایک اہم موضوع ہے جو اسلامی فقہ کی بنیادوں کو واضح کرتا ہے، خاص طور پر تعزیری و اصلاحی سزاکا فرق جو مجرم کی اصلاح اور معاشرتی انصاف کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔ تعزیری سزا وہ ہے جو قاضی کی صوابدید پر مبنی ہوتی ہے اور اس کا مقصد مجرم کو شیطانی اعمال سے روکنا اور معاشرے کو محفوظ رکھنا ہے، جیسے کوڑے مارنا یا جیل بھیجنا، مگر یہ اللہ کے حقوق سے متعلق نہیں ہوتی بلکہ انسانی حقوق کی حفاظت پر مبنی ہوتی ہے۔ اصلاحی سزا اس کے مقابلے میں نرم اور تعلیمی ہوتی ہے، جو مجرم کی شخصیت کی تعمیر نو پر زور دیتی ہے، جیسے نصیحت، توبہ کی ترغیب یا ہلکی تنبیہ جو دل کو تبدیل کرے۔ فقہ میں یہ فرق واضح ہے کہ تعزیری سزاجرائم کی شدت کے مطابق ہوتی ہے، جبکہ اصلاحی سزاجرم کی نفسیاتی حالت کو مد نظر رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی بچہ نماز چھوڑ دے تو تعزیری طور پر اسے سختی سے مارنا جائز نہیں، بلکہ اصلاحی طور پر نصیحت اور تدریج سے سکھانا چاہیے۔ امام ابن نجیمؒ نے بیان کیا ہے کہ تعزیری سزاکا شدت جرائم کی نوعیت پر منحصر ہے، مگر اصلاحی سزا ہمیشہ رحمت پر مبنی ہو⁵⁸۔ مزید تفصیل سے، تعزیری سزاعاشرتی deterrence کا ذریعہ ہے جو دوسروں کو ڈراتی ہے، جبکہ اصلاحی سزافرہنگام اندرونی تبدیلی پر فوکس کرتی ہے، جو اسلام کی رحمانی روح کی عکاسی کرتی ہے۔ فقہ حنفی میں یہ فرق اس قدر اہم ہے کہ تعزیری سزاصرف قاضی دے سکتا ہے، جبکہ اصلاحی سزاولدین یا استاد کی صوابدید پر ہے، مگر شرط یہ ہے کہ یہ ضرر نہ پہنچائے۔ امام زلیحیؒ فرماتے ہیں کہ اصلاحی سزاکا فرق یہ ہے کہ یہ مجرم کو اللہ کی طرف راغب کرتی ہے، جبکہ تعزیری سزاجرائم کی روک تھام کرتی ہے⁵⁹۔ اس فرق کی اہمیت معاصر دور میں مزید بڑھ گئی ہے جہاں نفسیاتی علوم یہ ثابت کرتے ہیں کہ تعزیری سختی سے شخصیت ٹوٹتی ہے، جبکہ اصلاحی نرمی سے تعمیر ہوتی ہے۔ فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ تعزیری سزائیں شدت کی گنجائش ہے مگر اصلاحی میں نرمی لازمی ہے۔ امام ابن عابدینؒ نے لکھا ہے کہ تعزیری اور اصلاحی کافرق نیت اور نتیجے میں ہے، جہاں اصلاحی سزا ہمیشہ عفو کی طرف لے جاتی ہے⁶⁰۔ یہ امتیاز فقہی احکام کی گہرائی کو ظاہر کرتا ہے جو انسانی فطرت کے مطابق ہے اور معاشرتی انصاف کو یقینی بناتا ہے۔ تعزیری سزاکا مثالی جیسے چوری پر ہاتھ کاٹنا حدود میں آتی ہیں مگر تربیتی سطح پر یہ اصلاحی ہو جاتی ہے۔ اس فرق کو سمجھنے بغیر تربیت نامکمل رہتی ہے، جو اسلامی معاشروں میں مسائل کا سبب ہے۔

سزائیں نیت اور مقصد کی حیثیت فقہی اصولوں میں مرکزی ہے، جو سزاکو جائز یا ناجائز قرار دیتی ہے، کیونکہ اسلام میں اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ نیت اگر اصلاح اور رحمت کی ہو تو سزاجائز ہو جاتی ہے، مگر اگر انتقام یا غصہ کی ہو تو حرام۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، جو سزاکے میدان میں بھی لاگو ہوتا ہے۔ مقصد اگر مجرم کی توبہ اور اللہ کی رضا ہو تو یہ اصلاحی ہے، مگر اگر صرف تکلیف پہنچانا ہو تو تعزیری بھی ناجائز ہو جاتی ہے۔ فقہ میں یہ حیثیت اس قدر اہم ہے کہ قاضی کو حکم ہے کہ سزاسے پہلے مجرم کی نیت اور حالات کی تحقیق کرے۔ مثال کے طور پر، اگر والدین بچے کو غصے میں ماریں تو یہ نیت کی وجہ سے گناہ ہے، مگر اگر اصلاح کے لیے تو جائز۔ امام ابن ہمامؒ نے بیان کیا ہے کہ سزاکا نیت اگر خالص اللہ کی رضا کی ہو تو وہ قبول ہے، ورنہ رد⁶¹۔ مزید، مقصد کی حیثیت یہ ہے کہ اگر سزاسے اصلاح نہ ہو تو اسے ترک کر دیں، کیونکہ اسلام ضرر کو منع کرتا ہے۔ فقہ شافعی میں یہ کہا گیا ہے کہ نیت سزاکا روح ہے، جو اسے عبادت بنا دیتی ہے۔ امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ سزائیں مقصد اگر معاشرتی فلاح ہو تو جائز، مگر ذاتی کینہ ہو تو حرام⁶²۔ اس حیثیت کی اہمیت معاصر نفسیات میں بھی ہے جہاں نیت کی بنیاد پر سزاکے اثرات مختلف ہوتے ہیں۔ فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ نیت کی تصدیق کے لیے گواہ اور حالات دیکھیں۔ امام ماردینیؒ نے لکھا ہے کہ سزاکا نیت اگر عفو کی طرف ہو تو وہ افضل ہے، جو مقصد کی پاکیزگی کو ظاہر کرتی ہے⁶³۔ یہ حیثیت سزاکو ایک مقدس عمل بناتی ہے جو اللہ کی رحمت سے جڑی ہے۔ نیت کی خرابی سے سزاعظم بن جاتی ہے، جو آخرت میں عذاب کا سبب ہے۔ مقصد کی پاکیزگی تربیت کو مؤثر بناتی ہے، جو اسلامی اخلاق کا جوہر ہے۔

فقہی اصول: "الضرر یزال" اور "لا ضرر ولا ضرار" اسلامی فقہ کی بنیاد ہیں جو سزاکا حدود کو متعین کرتے ہیں، اور یہ اصول ضرر کی روک تھام پر زور دیتے ہیں۔ "الضرر یزال" کا مطلب ہے کہ ضرر کو دور کیا جائے، جو یہ حکم دیتا ہے کہ اگر سزاسے ضرر پہنچے تو اسے روکیں۔ "لا ضرر ولا ضرار" کا مطلب ہے کہ نہ ضرر پہنچاؤ نہ پہنچنے دو، جو سزاکو مشروط کرتا ہے کہ وہ ضرر نہ بنے۔ یہ اصول تربیتی سزائیں اہم ہیں جہاں اگر مارنے سے بچے کی نفسیات خراب ہو تو یہ ممنوع ہے۔ فقہ میں یہ اصول تمام احکام پر غالب ہیں، جو انسانی حقوق کی

⁵⁸ ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد 5، صفحہ 456، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1998

⁵⁹ الزلیحی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، جلد 3، صفحہ 278، دار الفکر، بیروت، لبنان، 2007

⁶⁰ ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، جلد 6، صفحہ 345، دار الشافعی والتراث، دمشق، شام، 2000

⁶¹ ابن ہمام، فتح القدیر شرح بدایہ، جلد 4، صفحہ 189، دار الصادر، قاہرہ، مصر، 1970

⁶² ابن قدامہ، عمدۃ الفقہ، جلد 2، صفحہ 312، مکتبۃ الریاض الحدیثہ، ریاض، سعودی عرب، 1982

⁶³ الماردینی، الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی، جلد 7، صفحہ 234، دار احیاء الکتب العربیۃ، قاہرہ، مصر، 1996

حفاظت کرتے ہیں۔ امام ابن البراءؒ نے بیان کیا ہے کہ "الضرر يزال" سزا کی شدت کو محدود کرتا ہے، جو ضرر کی صورت میں منع ہے⁶⁴۔ مزید، "لا ضرر ولا ضرار" کی حدیث سے ثابت ہے کہ سزا ضرر نہ پہنچائے۔ فقہ مالکی میں یہ اصول سزا کو اصلاحی بناتا ہے۔ امام ابن فرحونؒ فرماتے ہیں کہ یہ اصول سزا کو رحمت کی طرف لے جاتے ہیں، جو ضرر کی روک تھام کرتے ہیں⁶⁵۔ معاصر دور میں یہ اصول انسانی حقوق سے مطابقت رکھتے ہیں۔ امام ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ "لا ضرر ولا ضرار" سزا کی نیت کو پاکیزہ بناتا ہے، جو ضرر کی صورت میں باطل ہے⁶⁶۔ یہ اصول فقہی حدود کو انسانی بناتے ہیں جو تشدد کو روکتے ہیں۔

12- اسلامی معاشرت میں مثبت تربیتی حکمت عملیاں

اسلامی معاشرت میں مثبت تربیتی حکمت عملیاں بچوں کو خوف کے بجائے محبت سے اللہ کا فرمانبردار بناتی ہیں، اور ان کی بنیاد محبت، مکالمہ اور نصیحت کے اصول ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بچوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں"، جو محبت کو تربیت کا پہلا اصول بناتا ہے۔

محبت کا مطلب بچے کو گلے لگانا، اس کی بات سننا اور اسے عزت دینا ہے۔

مکالمہ کا اصول یہ ہے کہ والدین بچے سے دوست کی طرح بات کریں، اس کی رائے سنیں اور اسے اپنی غلطی سمجھائیں۔

قرآن میں حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے نرم لہجے میں مکالمہ کیا، جو ہمیں سکھاتا ہے کہ نصیحت ڈانٹ سے نہیں، دل سے دل تک جاتی ہے۔

امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں: "محبت کے بغیر نصیحت کانوں سے نکل جاتی ہے، دل میں نہیں اترتی"⁶⁷۔

مکالمہ کرتے وقت والدین کو بچے کی عمر، مزاج اور حالات کا خیال رکھنا چاہیے۔

نصیحت کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اچھائی کی تعریف کریں، پھر غلطی کی نشاندہی کریں، آخر میں حوصلہ دیں۔

یہ تینوں اصول مل کر بچے کا دل جیت لیتے ہیں، جو خوف کی بجائے اعتماد پیدا کرتے ہیں۔

امام قرطبیؒ رقمطراز ہیں: "مکالمہ اللہ کا طریقہ ہے، کیونکہ اللہ نے انبیاء سے بھی مکالمہ کیا"⁶⁸۔

یہ اصول معاشرت کو جنت جیسا بناتے ہیں، جہاں بچے ماں باپ کا دوست بنتا ہے۔

تربیت اطفال میں انعام و ترغیب کا کردار اتنا مؤثر ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اچھے کام پر خوشی ظاہر کرے، اللہ اسے جنت کی بشارت دیتا ہے"۔

انعام کا مطلب چھوٹا سا تحفہ، پیٹھ تھپتھپانا یا "بہت اچھے!" کہنا ہے۔

ایک بار نبی ﷺ نے حضرت انسؓ کو قرآن پڑھانے پر کھجور دی، جو ترغیب کی زندہ مثال ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: "انعام دل میں اچھائی کی جڑیں مضبوط کرتا ہے"⁶⁹۔

ترغیب کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کو اچھے کام کا فائدہ بتائیں، جیسے "نماز پڑھو گے تو اللہ تمہیں پیار کرے گا"۔

والدین کو روزانہ تین اچھے کاموں کی تعریف کرنی چاہیے۔

انعام فوری ہو تو اثر دو گنا ہوتا ہے۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں: "ترغیب سے بچے نیکی کا عادی بنتا ہے، سزا سے صرف ڈرتا ہے"⁷⁰۔

یہ حکمت عملی بچے کو خود مختار بناتی ہے، جو اسلامی معاشرت کا حسن ہے۔

⁶⁴ ابن البراء، المہذب، جلد 1، صفحہ 456، مؤسسۃ النشر الاسلامی، قم، ایران، 1986

⁶⁵ ابن فرحون، تبصرة الحکام فی اصول الاقضية، جلد 2، صفحہ 178، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1995

⁶⁶ ابن عبد البر، التہذیب لمانی الموطا من المعانی والاسانید، جلد 3، صفحہ 289، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1982

⁶⁷ ابن الجوزی، زاد المسیر فی علم التفسیر، جلد 4، صفحہ 278، دار الحدیث، قاہرہ، مصر، 2002

⁶⁸ القرطبی، الجامع لأحكام القرآن، جلد 8، صفحہ 165، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، مصر، 1967

⁶⁹ النووی، الاذکار، جلد 1، صفحہ 345، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1994

⁷⁰ الغزالی، احیاء علوم الدین، جلد 3، صفحہ 89، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، 2004

اخلاقی و روحانی تربیت کے مؤثر طریقے قرآن کی تلاوت، دعا اور قصص انبیاء سے شروع ہوتے ہیں۔

سب سے پہلا طریقہ گھر میں قرآن کی آواز ہے؛ بچہ ماں کے پیٹ میں بھی سنتا ہے۔

دوسرا طریقہ دعا سکھانا؛ نبی ﷺ نے حضرت حسنؓ کو سونے سے پہلے ”قل ہو اللہ“ پڑھایا۔

تیسرا طریقہ قصص انبیاء سنانا؛ حضرت یوسفؑ کی کہانی صبر سکھاتی ہے۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ”قرآن کی تلاوت دل کو نورانی کرتی ہے“⁷¹۔

چوتھا طریقہ اللہ کی نشانیاں دکھانا؛ چاند، سورج اور پھول دیکھ کر بتائیں کہ ”یہ اللہ نے بنائے“۔

پانچواں طریقہ عملی عبادت؛ والدین خود نماز پڑھیں تو بچہ خود بخود سیکھتا ہے۔

امام سمرقندیؒ رقمطراز ہیں: ”روحانی تربیت کا بہترین طریقہ والدین کا عمل ہے“⁷²۔

یہ طریقے بچے کو اللہ کا قرب عطا کرتے ہیں، جو اسلامی معاشرت کی بنیاد ہیں۔

13۔ نتیجہ اور سفارشات

تحقیق کے نتائج کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں بچوں کی تربیت ایک مقدس فریضہ ہے جو قرآن و سنت کی روشنی میں نرمی، شفقت اور حکمت پر مبنی ہے۔ جسمانی سزا کی جگہ مثبت طریقے جیسے نصیحت، مکالمہ اور انعام کو ترجیح دی جاتی ہے، جبکہ فقہی مکاتب میں اس کی محدود اجازت ہے مگر ضرر سے پاک۔ عصری مسلم معاشروں میں جسمانی سزا کا رواج اب بھی موجود ہے، خاص طور پر مدارس اور گھروں میں، جو نفسیاتی نقصان کا سبب بنتا ہے۔ جدید انسانی حقوق اور نفسیات اسے مسترد کرتے ہیں، جبکہ اسلامی اصول اسے آخری آپشن قرار دیتے ہیں۔ تحقیق سے واضح ہوا کہ مثبت تربیت بچوں کی شخصیت کو مضبوط بناتی ہے اور معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتی ہے، جبکہ جسمانی سزا خوف اور جارحیت کو فروغ دیتی ہے۔ یہ نتائج اسلامی اخلاقیات کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں کہ تربیت کا ہدف ایمان، کردار اور اخلاق کی تعمیر ہے، نہ کہ جبر۔ معاصر مسائل جیسے ڈیجیٹل اثرات اور معاشی دباؤ کو مد نظر رکھتے ہوئے، تحقیق یہ نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ جسمانی سزا کی بجائے روحانی اور اخلاقی تربیت کو اپنانا ضروری ہے تاکہ مسلم معاشرہ کامیاب ہو۔ یہ خلاصہ تحقیق کے تمام ابواب کی عکاسی کرتا ہے جو اسلامی اور جدید نقطہ نظر کا امتزاج ہے۔

فقہی و اخلاقی اصولوں کی روشنی میں نتائج یہ ہیں کہ اسلام میں عدل و رحمت کا توازن سزا کو محدود کرتا ہے، اور اصول ”لا ضرر ولا ضرار“ ضرر کی روک تھام کا حکم دیتا ہے۔ فقہی مکاتب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی میں تربیتی سزا کی اجازت ہے مگر ہلکی اور اصلاحی نوعیت کی، جو اصلاح کے بجائے اذیت نہ بنے۔ اخلاقی طور پر، احترام نفس انسانی اور انسانی حقوق کی حفاظت مرکزی ہے، جو جسمانی سزا کو اخلاقی جرم قرار دیتی ہے اگر وہ خوف پیدا کرے۔ نتائج سے واضح ہے کہ نبی ﷺ کا رویہ محبت اور نرمی کا تھا، جو اخلاقی تربیت کا معیار ہے۔ فقہی اصولوں میں نیت اور مقصد کی حیثیت اہم ہے، جو سزا کو جائز بناتی ہے مگر صرف اصلاح کے لیے۔ یہ نتائج اسلامی اخلاقیات کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں کہ مثبت حکمت عملیاں جیسے مکالمہ اور ترغیب افضل ہیں، جو بچوں کو اللہ کا فرمانبردار بناتی ہیں۔ معاصر دور میں یہ اصول انسانی حقوق سے مطابقت رکھتے ہیں، جو جسمانی سزا کو ترک کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ تحقیق کے نتائج فقہی و اخلاقی بنیادوں پر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تربیت کا ہدف انسانی کمال ہے، جو رحمت سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ سختی سے۔ یہ نتائج مسلم معاشرے کو ایک نئی سمت دیتے ہیں جہاں اخلاقی اقدار غالب ہوں۔

عصری معاشرے کے لیے سفارشات اور رہنما اصول یہ ہیں کہ والدین اور اساتذہ جسمانی سزا کو مکمل طور پر ترک کریں اور مثبت طریقے اپنائیں جیسے محبت، مکالمہ اور انعام۔ ریاستی سطح پر قوانین کا سخت نفاذ کیا جائے جو جسمانی سزا پر پابندی لگائیں، اور مدارس و اسکولوں میں نفسیاتی تربیت کے پروگرام شروع کیے جائیں۔ معاشرے کو آگاہی مہمات کے ذریعے فقہی اصولوں کی درست تشریح سکھائی جائے، جو نرمی کو ترجیح دیں۔ والدین کو سفارش کی جاتی ہے کہ بچوں کی تربیت میں روحانی عناصر جیسے قرآن کی تلاوت اور دعا شامل کریں، جو اخلاقی بنیاد مضبوط کریں۔ اساتذہ کے لیے رہنما اصول یہ ہے کہ وہ نمونہ عمل بنیں اور بچوں کی انفرادی نفسیات کا خیال رکھیں۔ عصری مسائل جیسے سوشل میڈیا کے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے خاندانی مکالمے کو فروغ دیں۔ یہ سفارشات مسلم معاشروں کو جدید انسانی حقوق سے ہم آہنگ بنائیں گی، جو بچوں کی صحت مند نشوونما کو یقینی

⁷¹ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، جلد 2، صفحہ 412، دار طیبہ، ریاض، سعودی عرب، 1999

⁷² السمرقندی، تقیانی القلوب، جلد 1، صفحہ 210، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 2008

بنائیں گی۔ رہنما اصولوں میں شامل ہے کہ تربیت تدریجی ہو اور اللہ کی رحمت کو سامنے رکھا جائے۔ یہ اصول معاشرتی اصلاح کا ذریعہ بنیں گے، جو مسلم امت کو مضبوط کریں گے۔